بھگوان کا مختصر جیون

ساحر لدھیانوی ۱۹۴۶ء

بھگوان پارش ناتھ جب نروان ہو گئے
بے خوف، بے حیا، سبھی انسان ہو گئے
دانا بنے ہوئے تھے جو ناداں ہو گئے
انسانیت کو چھوڑ کر حیوان ہو گئے
سُورج ہوا غروب اہنسا کے نام کا
بندہ رہا نہ کوئی بھی دُنیا میں کام کا
بندے جو نیک نام تھے بدنام ہو گئے
غفلت میں سو کے غافل انجام ہو گئے
دنیا میں جور و ظلم و ستم عام ہو گئے
اک داستاں سی دھرم کے احکام ہو گئے
یوں بے زباں کا خون ہوا دہر پر رواں
فریاد و اشک و آہ سے کانپ اُٹھا آسماں
دُنیا رہی جو وقفِ الم ڈھائی سو برس
جاری رہے جو ظلم و ستم ڈھائی سو برس
چلتی رہی جو تیغ دو دم ڈھائی سو برس
معصومیت نے کھائے جو غم ڈھائی سو برس
قدرت کے ضبط و صبر کا ساغر چھلک گیا
گویا فلک کی آنکھ سے آنسو ڈھلک گیا
مغموم کائنات پھر مسرور ہو گئی
ظلم و ستم کی آگ بھی کافور ہو گئی
ایسی چھپی کہ آنکھ سے مستور ہو گئی
تاریک شبِ گناہ کی پُرنُور ہو گئی
گویا جہاں کے درد کا سب ناش ہو گیا

بھگوان وردھمان کا پرکاش ہو گیا

بچپن میں آپ نے یہ کرشمہ دِکھا دِیا
میرُو گری پہاڑ کو چھو کر ہلا دیا
حیرت سے دیوتاؤں کو اِک بُت بنا دیا
اِندر کے دل پہ خوف کا سکّہ بٹھا دیا
تجویز اُس نے نام "مہاویر" کر لیا

دونوں علم وفن کا ہوا سلسلہ رواں
خُوشبو سے جن گلُوں کی مہک اُٹھا گلستاں
ہر بات میں تھا آپ کی اک فلسفہ نہاں
ماہر تھے آپ چودہ زبانوں کے بیگماں
ہر علم وفن پہ آپ کو حاصِل عبور تھا
روحانیت کا آپ کے سینے میں نُور تھا

تعلیم ختم کر کے ہوا فرض کا خیال
خُوں بے گنہ کا دیکھ کر جی ہو گیا نڈھال
ماتا پتا سے کر دیا اِک روز یہ سوال
شاہی کی زندگی ہوئی جاں کیلئے وبال
رُخصت عطا ہو! دیش کی سیوا کرونگا میں
انساں کے دِل میں رحم کا جذبہ بھرونگا میں

یہ سُن کے دِل میں شاہ کے پیدا ہوا خیال
نُورِ نظر ہو دُور نظر سے یہ ہے محال
بس ہے روا ابھی سے چلی جائے کوئی چال
جذبات تا کہ لختِ جگر کے ہوں پائمال
دیکھا جو شاہ نے صہبا چلکتی ہے جام سے
شادی رچائی آپ کی بس دھوم دھام سے
ماتا پتا کے حکم پر سر جھکا دیا

خود اپنی آرزوؤں کو یکسر مِٹا دیا
جذبات جوش و ولولے سب کو بھلا دیا
پانی کی تہ میں آگ کو یعنی چھپا دیا
کرتا ادا ہے فرض کو یہ جانتے تھے آپ
جذباتِ والدین کے پہچانتے تھے آپ
جب سر سے والدین کا سایہ ہی اُٹھ گیا
اِکبار دِل میں پھر وہی محشر بپا ہوا
اِک روز جا کے بھائی سے یوں آپ نے کہا
مالک ہیں آپ تخت کے رخصت کریں عطا
مجھ کو بھی اپنا فرض ادا کرنے دیجئے!
بیمار دل کی کچھ تو دوا کرنے دیجئے
یہ بات سن کے بھائی کو بیحد الم ہوا
کہنے لگا کہ یہ تو سراسر ہے ناروا
خود جاں کو اپنے جسم سے کیسے کروں جُدا
تاہم بضد ہیں آپ تو یوں ٹھہرا فیصلہ
خیرات اپنے ہاتھ سے اک سال دیجئے
پھر اختیار آپ کو سنیاس لیجئے
روشن کئے چراغ حقیقت کے آپ نے
صحرا میں گُل کھلائے وہ رحمت کے آپ نے
ایسے سبق پڑھائے محبت کے آپ نے
جوہر دکھائے ایسے سخاوت کے آپ نے
نادار جو تھے آپ نے زردار کر دیئے
بیزار جو تھے آپ نے سرشار کر دیئے
گذرا جو ایک سال تو سنیاس لے لیا
دل میں جو عہد کر لیا پورا اسے کیا

گھر بار تخت و تاج حکومت کو تج دیا
میخانہ الست کا اِک جام یوں پیا!
بے آب و دانہ بارہ برس تپ کیا کمال
پاکیزگی، روح کا یہ جپ کیا کمال
پھر جین مت کا ہاتھ میں جھنڈا لیا
پیچھے ہٹا نہ پاؤں جو آگے بڑھا لیا
اپدیش دے کے غیروں کو اپنا بنا لیا
لاکھوں گناہگار تھے جن کو بچا لیا
پیغام ''شانتی'' کا سُنایا تھا آپ نے
''امرت'' جہاں بھر کو پلایا تھا آپ نے
لاکھوں مصیبتیں سہیں اُف تک مگر نہ کی
جور و جفا کی لب سے شکایت نہیں ہوئی
چوٹی سے کوہ کی بھی گرے تو خوشی خوشی
سو ظلم کا جواب تھی بس ایک شانتی
کانوں میں کیل گڑ گئے خوں ہو گیا رواں
لیکن کھُلی نہ آپ کی اک بار بھی زباں
ہر بات سے تھا آپ کی اِک نُور آشکار
لاکھوں بشر تھے آپ کے درشن کو بیقرار
اُپدیش سُن کے آپ کے پیرو ہوئے ہزار
حاضر ہوئے حضور میں ذی شان تاجدار
ظالم نے نام ظلم کو خود ہی مٹا دیا
مغرور سر کو آپ کے آگے جھُکا دیا
غفلت شعار نیند سے بیدار ہو گیا
پیغام سُن کے آپ کا ہُشیار ہو گیا
ظلم و ستم کے نام سے بیزار ہو گیا

جب جین مت کا دہر میں پرچار ہو گیا
بھگوان خود جہاں سے نروان ہو گئے
مردوں میں روح پھونک کر بیجان ہو گئے
اے وردھمان! منزلِ عرفاں کے رہنما
اوتار شانتی کے اہنسا کے دیوتا
پھر سرزمینِ ہند پہ اک حشر ہے بپا
معصومیت کی روح تڑپتی ہے برملا
پیرو ترے جہاں میں رہیں ستم ہیں اب
آہ و فغاں زباں پہ ہے وقفِ الم ہیں اب
پیغام آج آکے اہنسا کا پھر سُنا
مکر و ریا کی آگ کو اک بار پھر بُجھا
اے رہنمائے قوم! حقیقت کی رہ دکھا
ہستیِ ستم شعار کی پھر خاک میں مِلا
دِلشاد کردے پھر سے غلاموں کو ہند میں
آزاد کردے پھر سے غلاموں کو ہند میں

ساحرؔ لدھیانوی

۱۹۴۶ء